باب 7

عالم اسلام

سوال: امت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے قوم اور امت کا فرق واضح کیجئے نیز بتلایئے کہ امت مسلمہ کو خیر امت کیوں کہا گیا ہے؟

☆ امت اور قوم کے فرق کو واضح کیجئے۔ (ملتان بورڈ 2009ء)

جواب

امت کا مفہوم، قوم و امت کا فرق اور خیر امت

امت کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: امت کا لغوی معنی ہے: جماعت، گروہ، خاندان، نسل، وقت، طریقہ اور قد و قامت وغیرہ۔

اصطلاحی مفہوم: اصطلاح میں امت افراد کی ایک ایسی جماعت کو کہا جاتا ہے کہ جو ایک ہی نبی کے ماننے والے یا ایک ہی نظریہ و عقیدہ کے پیروکار ہوں۔ گویا حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والے حضرت نوحؑ کی امت تھے، حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے والے حضرت موسیٰؑ کی امت تھے، حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والے حضرت عیسیٰؑ کی امت تھے اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے والے حضور اکرم ﷺ کی امت ہیں۔

قوم و امت کا فرق:

قوم اور امت دو مختلف اصطلاحیں ہیں۔ قوم کی بنیاد رنگ، نسل، علاقہ، زبان وغیرہ پر ہوتی ہے جب کہ امت کی بنیاد نظریہ اور عقیدہ پر ہوتی ہے۔ کسی ایک رنگ کے افراد ایک قوم کہلا سکتے ہیں مثلاً سفید فام اور سیاہ فام وغیرہ، اسی طرح کسی ایک نسل کے افراد ایک قوم کہلا سکتے ہیں مثلاً قوم بنی اسرائیل وغیرہ، اسی طرح کسی ایک علاقے کے افراد ایک قوم کہلا سکتے ہیں مثلاً پاکستانی، چینی، جاپانی وغیرہ، اسی طرح کسی ایک زبان کے افراد ایک قوم کہلا سکتے ہیں مثلاً اُردو بولنے والے، ہندی بولنے والے، عرب، انگریز، فارسی دان وغیرہ۔ لیکن جب بنیاد عقیدہ اور نظریہ پر ہو تو امت کا لفظ استعمال ہوگا مثلاً امت محمدیہ یا امت مسلمہ، عیسائی امت، یہودی امت وغیرہ۔

ایک امت کے افراد مختلف اقوام کے افراد ہو سکتے ہیں اور اسی طرح ایک قوم کے افراد مختلف امتوں سے متعلق بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً پوری دنیا کے مسلمان ایک امت ہیں لیکن وہ قوم کے اعتبار سے رنگ میں سیاہ فام بھی ہو سکتے ہیں اور سفید فام بھی، نسل میں قریشی، اعوان، چوہان، راجپوت وغیرہ کچھ بھی ہو سکتے ہیں، علاقے میں پاکستانی، ہندوستانی، چینی، جاپانی، امریکی وغیرہ کچھ بھی ہو سکتے ہیں، زبان میں عرب، انگریز، اردو دان وغیرہ کچھ بھی ہو سکتے ہیں، اسی طرح مثلاً پاکستانی ایک قوم ہیں لیکن وہ اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت وغیرہ کسی بھی امت سے متعلق ہو سکتے ہیں۔

ایک ضروری وضاحت:

سابقہ انبیاء اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور پھر قوم کے جو جو افراد ایمان قبول کرتے گئے وہ اپنے اپنے نبی کی امت بنتے گئے، گویا قوم کا مفہوم وسیع تھا اور امت قوم میں سے ہی ایمان لانے والے افراد تھے اور قوم کی نسبت امت کے افراد کم ہوتے تھے۔ لیکن

حضور اکرم ﷺ کسی ایک قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ پوری انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے' اس لئے پوری کائنات میں سے کسی بھی قوم کا فرد اگر ایمان قبول کر لیتا ہے تو وہ امت کا فرد بن جاتا ہے' گویا امت مسلمہ کے لحاظ سے دیکھیں تو قوم کا لفظ محدود ہے اور امت کے افراد کسی بھی قوم سے زیادہ ہو سکتے ہیں۔

امت مسلمہ خیر امت کیوں؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ .(3 ال عمران 110)

تم لوگوں کے لئے بھیجی گئی بہترین امت ہو' تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

سورۃ ال عمران کو اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کو خیر امت یا بہترین امت فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی اس کی وجوہات بھی ذکر کر دی گئی ہیں کہ تمہارے بہترین امت ہونے کی تین وجوہات ہیں: امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور ایمان باللہ۔

امر بالمعروف:

امر بالمعروف کا مطلب یہ ہے کہ اپنے قول وعمل سے نیکی کا حکم کرتے ہو۔ امر بالمعروف میں کسی کو کسی نیک کام کے لئے ابھارنا' کسی کو نیکی کے راستے سے آگاہ کرنا اور کسی کو اخلاق حسنہ کی ترغیب دینا وغیرہ سب شامل ہے۔

نہی عن المنکر:

نہی عن المنکر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے قول وعمل سے برائی کو روکتے ہو۔ اس میں کسی کو کسی غلط کام سے روکنا' کسی کی غلطی کی اصلاح کرنا' کسی کو غلط راستے سے خبردار کرنا اور اسے چھوڑنے کی تاکید کرنا وغیرہ سب شامل ہے۔ یہ روکنا ہاتھ سے بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کا اختیار صرف حکام کو حاصل ہے' زبان سے بھی ہو سکتا ہے اور اس کا سب سے نچلا درجہ یہ ہے کہ صرف دل میں برائی سے نفرت کرنا اور اسے برا جاننا۔

ایمان باللہ:

یہاں ایمان باللہ کو ذکر میں پیچھے کر دیا گیا ہے لیکن درحقیقت اس کا درجہ سب سے پہلے ہے۔ اگر ایمان باللہ ہوگا تو ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی فائدہ ہوگا اور اگر ایمان ہی نہیں ہے تو جس قدر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ایمان باللہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت کو اپنی ذات' صفات اور عبادات میں وحدہ لاشریک تسلیم کرتے ہوئے اللہ پر ایمان رکھا جائے۔

سوال: امت مسلمہ یا امت وسط کی خصوصیات تحریر کیجئے۔

جواب

امت مسلمہ یا امت وسط کی خصوصیات

امت مسلمہ یا امت محمدیہ کو دیگر امتوں کے مقابلہ میں امتیاز حاصل ہے جو کہ اس امت کی خصوصیات کی وجہ سے ہے۔ ذیل میں ہم اس امت کی بعض اہم خصوصیات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- موحد امت: امت محمدیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ موحد امت ہے۔ توحید پر صحیح معنوں میں اعتقاد رکھنے والی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط.(3 ال عمران 110)

تم لوگوں کے لیے بھیجی گئی بہترین امت ہو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

یہاں امت محمدیہ کو بہترین امت قرار دیتے ہوئے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اب اللہ پر ایمان کا دعویٰ تو اور بھی بہت سی امتوں کے افراد کرتے ہیں تو پھر خاص طور پر امت محمدیہ کے لئے ایک امتیاز کے طور پر (تومنون باللّٰہ) کا لفظ استعمال کرنے سے ظاہر ہے کہ یہی مراد ہو سکتی ہے کہ جس طرح ایمان لانے اور توحید کو تسلیم کرنے کا حق ہے اس طرح صرف تم ہی ایمان لاتے ہو۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ باقی تمام امتوں میں کسی نہ کسی انداز میں شرک آ چکا ہے۔

2- مبلغ امت: تبلیغ کے دعوے اگر چہ بہت سی امتوں کے افراد کرتے ہیں لیکن اگر کوئی صحیح معنوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں تو وہ صرف مسلمان ہیں۔ سورۃ ال عمران کی اوپر ذکر کی جانے والی آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف بھی واضح ارشاد موجود ہے۔

3- بہترین امت: سورۃ ال عمران کی مذکورہ بالا آیت میں امت محمدیہ کے لیے (خیر امۃ) کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، یعنی امت محمدیہ کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔

4- فرمانبردار امت: امت محمدیہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ صحیح معنوں میں اطاعت کرنے والی امت یہی ہے، اسی لئے اس امت کا نام بھی ''مسلم'' ہے کہ جس کا معنی فرمانبردار ہے۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ .(22 الحج 78)

اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

5- امت وسط: امت محمدیہ اعتدال پسند اور معتدل امت ہے۔ اسی لئے اس کو امت وسط بھی کہا گیا ہے اور مولانا محمود الحسنؒ امت وسط کا معنی ''امت معتدل'' کرتے ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا .(2 البقرہ 142)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا۔

6- مقبول الشہادۃ امت: قیامت کے روز جب سابقہ انبیاء کی اقوام ان کی تکذیب کریں گی تو امت محمدیہ ہی کو بطور گواہ لایا جائے گا۔ اس لحاظ سے امت محمدیہ مقبول الشہادۃ امت ہے کہ اس کی گواہی قیامت کے روز بھی قبول کی جائے گی۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ .(2 البقرہ 142)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔

7- منتخب امت: امت محمدیہ اور امت مسلمہ اللہ رب العزت کی چنی ہوئی، پسندیدہ اور منتخب کی ہوئی امت ہے۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ .(22 الحج 78)

اس نے تمہیں پسند کر لیا۔

8- آخری امت: حضور اکرم ﷺ اللہ رب العزت کی طرف سے مبعوث کردہ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی امت آخری امت ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ .(33 الاحزاب 40)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

9- عالمگیریت: سابقہ انبیاء کرامؑ اپنی اپنی اقوام اور اپنے اپنے علاقوں کی طرف مبعوث ہوئے لیکن حضور اکرم ﷺ کو قیامت تک کے

ہر علاقے، ہر قوم، ہر نسل اور ہر زبان کے افراد کے لئے مبعوث فرمایا گیا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاۨ .(7 الاعراف 158)

آپ کہہ دیجئے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

10- محفوظ شریعت کی حامل امت: سابقہ انبیاء کی کتب تحریفات کا شکار ہوگئیں لیکن امت محمدیہ کو جو کتاب ہدایت دی گئی ہے یہ کبھی بھی تحریف کا شکار نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ رب العزت نے لے رکھا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ .(15 الحجر 9)

بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بے شک ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

11- جامع و کامل شریعت کی حامل امت: امت مسلمہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس امت کے دین کی تکمیل اور جامعیت کا خود اللہ رب العزت نے سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ .(5 المائدہ 3)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر چکا۔

12- اخوت: امت مسلمہ اور امت محمدیہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس امت کے تمام افراد آپس میں اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم رکھتے ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ .(49 الحجرت 10)

بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

13- مساوات: امت مسلمہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ امت مسلمہ عالمگیر مساوات کی داعی ہے۔ اسلام کسی کو کسی رنگ، نسل، دولت، عہدے وغیرہ کی وجہ سے کسی دوسرے پر فضیلت نہیں دیتا بلکہ اسلام میں معیار فضیلت صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ:

"خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر تقویٰ کے علاوہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔"

14- حقوق و فرائض کا مناسب تعین: امت مسلمہ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ امت مسلمہ میں ہر ایک کو مناسب حقوق و فرائض دیئے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو بھی اسلام نے مناسب حقوق دیئے ہیں۔

سوال: امت مسلمہ کے فرائض اور ذمہ داریاں بیان کیجئے۔

☆ امت مسلمہ کے فرائض بیان کیجئے۔ (ملتان بورڈ 2009ء)

جواب — امت مسلمہ کے فرائض اور ذمہ داریاں

حضور اکرم ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا اور اب آپ ﷺ کی امت ہی پر اشاعت و تبلیغ کے سلسلہ کی ذمہ داریاں ہیں۔ ذیل میں ہم امت مسلمہ اور امت محمدیہ کے اہم فرائض اور ذمہ داریوں پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- تبلیغ: تبلیغ امت مسلمہ کی بہت بڑی اور نہایت اہم ذمہ داری ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ کو بھی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا۔ اب آپ ﷺ کے بعد یہ ذمہ داری ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی امت پر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ .(5 المائدہ 67)
اے رسول! جو کچھ آپ پر اپنے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کر دیجئے۔

2- اللہ کی طرف دعوت: امت مسلمہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا جائے۔ ان میں سے شرک کا خاتمہ کرتے ہوئے انہیں خالص اللہ کی عبادت کا درس دیا جائے۔
قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ .(12 یوسف 108)
آپ کہہ دیجئے: میرا تو یہی رستہ ہے کہ میں اور میرے پیروکار دلائل کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔

3- امر بالمعروف ونہی عن المنکر: امت مسلمہ اور امت محمدیہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو خیر اور بھلائی کی طرف دعوت دیں، انہیں نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ .(3 ال عمران 104)
اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے کہ جو بھلائی کی طرف بلاتی ہو، نیکی کا حکم کرتی ہو اور برائی سے روکتی ہو۔

4- کتاب اللہ کی وراثت: اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کے بعد امت محمدیہ کو کتاب اللہ کا وارث قرار دیا ہے، اس لئے امت محمدیہ کو چاہئے کہ وہ اس وراثت کا صحیح حق ادا کرے۔
ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا .(35 فاطر 32)
پھر ہم نے ان کو کتاب کا وارث کیا کہ جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔

5- عدل وانصاف: امت مسلمہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم وغیر مسلم سب کے لیے عدل وانصاف کا نظام قائم کرے۔
وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا .(5 المائدہ 8)
اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو، (بلکہ) عدل کرو۔

6- جہاد: اگر غیر مسلم مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کر رہے ہوں اور ان کے حقوق غصب کر رہے ہوں یا وہ اسلامی ریاست پر چڑھائی کر دیں تو امت مسلمہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔
وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط.(22 الحج 78)
اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو کہ جیسا کہ اس کے لیے جہاد کرنے کا حق ہے۔

7- غلبۂ دین: اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور اس دین کے غلبہ کے لیے کوشش کرنا بھی امت محمدیہ کی ذمہ داری ہے کیونکہ اللہ اسی دین کو غالب کرنا چاہتے ہیں۔
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ .(9 التوبہ 33)
وہی ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے ہر دین پر غلبہ دے، اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

8- احکام الٰہیہ کا نفاذ: امت مسلمہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اگر اسے زمین پر کہیں اقتدار حاصل ہو تو احکام الٰہیہ کو نافذ کریں۔
اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ .(22 الحج 41)
وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قدرت دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں۔

9- عالمی مساوات کا قیام: اسلام کی نظر میں تمام بنی آدمؑ بحیثیت انسان آپس میں برابر ہیں۔ امت محمدیہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کے اس تصور کو عام کرے اور عالمی مساوات کے قیام کی راہ ہموار کرے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (4 النساء 1)
اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو کہ جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا۔

10- قیامِ امن: امت محمدیہ اور امت مسلمہ کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ پوری دنیا میں امن کے قیام کے لئے جدوجہد کرے کیونکہ اسلام امن کا داعی ہے۔

سوال: اخوت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے قرآن وسنت کی رو سے اس کی اہمیت بیان کیجئے۔ نیز مؤاخات مدینہ پر نوٹ تحریر کیجئے۔

☆ انما المومنون اخوة کی روشنی میں اخوت کی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔ (لاہور بورڈ 2006ء)

جواب: اخوت کا مفہوم اور اہمیت اور مؤاخات مدینہ

اخوت کا معنی ومفہوم:

لغوی معنی: اخوۃ کا لغوی معنی بھائی چارہ اور دوستی ہے۔

اصطلاحی مفہوم: جب ہم اسلامی اصطلاح میں اخوت کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد مؤمنوں کا آپس میں بھائی چارہ ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے تمام اہل ایمان کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ کبھی کبھی بعض مخصوص حالات میں یہ اخوت اور زیادہ مؤکد ہو جاتی ہے اور اس کی باقاعدہ عملی شکل بھی قائم کر دی جاتی ہے مثلاً ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ایک ایک مہاجر صحابیؓ اور ایک ایک انصاری صحابیؓ کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔

اخوت کی اہمیت:

اسلام میں اخوت کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے ذیل میں ہم آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی رو سے اخوت کی اہمیت واضح کر رہے ہیں:

آیات قرآنیہ: اس سلسلہ میں یہاں ہم صرف چند آیات ذکر کر رہے ہیں:

☆ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ .(49 الحجرت 10)
بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

☆ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ .(48 الفتح 29)
محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں، آپس میں نرم دل ہیں۔

☆ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا .(3 ال عمران 103)
اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

☆ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ط .(8 الانفال 63)
اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دی اور اگر آپ جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت

www.downloadclassnotes.com

نہیں ڈال سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔

☆ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ م.(9 التوبہ 71)

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی دوست ہیں۔

احادیث نبویہ:

اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

☆ ''اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔''

☆ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے اس کے دشمن کے سپرد کرے۔''

☆ ''مؤمن مؤمن کا بھائی ہے۔ اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اس (کے گھر وغیرہ) کی حفاظت کرتا ہے۔''

☆ ''تو مؤمنوں کو آپس میں رحم اور دوستی رکھنے اور مہربانی کرنے میں ایسے دیکھے گا کہ جیسے ایک جسم کو جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی سے بے چین ہو جاتا ہے۔''

☆ ''مؤمن ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔''

مؤاخات مدینہ:

مؤاخات مدینہ اسلامی تاریخ میں اخوت کی ایک ایسی شاندار عملی مثال ہے کہ جس کی مثال دنیا کی کسی اور تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہجرت کے موقع پر رحمت عالم ﷺ اور صحابہ کرامؓ جب اپنے گھر بار اور سامان و اسباب مکہ میں ہی چھوڑ کر مدینہ پہنچے تو مہاجرین بے سروسامان تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ مدینہ کے انصار نے مہاجرین کو اپنے حقیقی بھائیوں کی طرح سمجھا اور اپنی ہر چیز میں انہیں بھائی کی حیثیت سے شریک کر لیا۔ انصار نے مال و اسباب اور حتیٰ کہ جائیدادیں بھی تقسیم کر کے آدھی آدھی اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دیں۔

نوٹ: مؤاخات مدینہ پر تفصیلی نوٹ انشاءاللہ کتاب کے دوسرے حصے میں آ رہا ہے۔ امید ہے کہ طلبہ وہیں سے اس کی تفصیلات کا مطالعہ کرنے میں دقت محسوس نہیں کریں گے۔

سوال: اخوت کے تقاضے بیان کیجئے۔

☆ **مسلمانوں کے باہمی حقوق پر نوٹ لکھیے۔**

جواب

اخوت کے تقاضے (مسلمانوں کے باہمی حقوق)

اسلام اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ اسلام کے درس اخوت کے بہت سے تقاضے ہیں کہ جنہیں ہم مسلمانوں کے باہمی حقوق بھی کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں ہم اخوت کے ان تقاضوں یا مسلمانوں کے باہمی حقوق پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- نرم دلی: مسلمانوں کی آپس میں اخوت کا تقاضا ہے کہ آپس میں نرم دلی سے رہا جائے۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ .(48 الفتح 29)

آپس میں نرم دل ہیں۔

2-تعاون: مسلمانوں کوایک دوسرے کے ساتھ نیکی کے معاملات میں تعاون کرنا چاہئے۔

وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی .(5 المائدہ 2)

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔

3-احسان وایثار: اخوت کا تقاضا ہے کہ اہل ایمان آپس میں احسان کی روش کو اپنانے والے بلکہ خود پر دوسروں کو ترجیح دینے والے بن جائیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ .(16 النحل 90)

بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم کرتا ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ .(59 الحشر 9)

اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

5- جھگڑوں میں مصالحت: اگر مؤمنین کا آپس میں جھگڑا ہو جائے تو دیگر اہل ایمان کو چاہئے کہ ان کے درمیان صلح کروادیں۔

وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْن.(49 الحجرت 9)

پس اُن دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو۔

5-اصلاح: مؤمنین کو آپس میں ایک دوسرے کی اصلاح کی طرف توجہ دیتے رہنا چاہئے۔

وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ.(7 الاعراف 142)

اور اصلاح کرتا رہ اور فساد کرنے والوں کے رستے کی پیروی نہ کر۔

6- عفوودرگزر: اخوت کا تقاضا ہے کہ اگر کسی مسلمان بھائی سے کوئی غلطی یا کوتاہی سرزد ہو جائے تو اسے معاف کر دیا جائے۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا .(24 النور 22)

اور چاہیئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔

7-اتحادواتفاق: اہل ایمان کو آپس میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنا چاہئے۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا .(3 ال عمران 103)

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

8- غیبت سے اجتناب: اہلِ اسلام کو ایک دوسرے کی غیبت سے بچنا چاہئے۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا .(49 الحجرت 12)

اور تم میں سے کوئی بھی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔

9- ایفائے عہد: اخوت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ جب کوئی عہد کیا جائے تو اسے پورا کیا جائے تاکہ وعدہ خلافی اخوت میں خرابی کا باعث نہ ثابت ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ .(5 المائدہ 1)

اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔

10- زیادتی سے اجتناب: ظلم و زیادتی اور کسی کو اذیت پہنچانا اخوت میں رکاوٹ بنتے ہیں' اس لئے اخوت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

''مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

11- حاجت پورا کرنا: اگر کسی بھائی کی کوئی حاجت اور ضرورت ہو تو دوسرے اہلِ اسلام کو اس کی حاجت و ضرورت کے پورا کرنے میں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرنے میں لگا ہوتا ہے اللہ اس کی حاجت کو پورا کر رہا ہوتا ہے۔''

12- دوستی اور مہربانی: اہل اسلام کو آپس میں دوستی و مہربانی رکھنی چاہئے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''تو مؤمنوں کو آپس میں رحم اور دوستی رکھنے اور مہربانی کرنے میں ایسے دیکھے گا کہ جیسے ایک جسم کہ جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی سے بے چین ہو جاتا ہے۔''

13- پردہ پوشی: اہل اسلام کو ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کرنی چاہئے۔ ایک دوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی سے آپس کی محبت اور اخوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ:

''جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

14- احساس و خیال: اہل اسلام کو ایک دوسرے کا احساس اور اپنے مسلمان بھائیوں کا خیال ہونا چاہئے۔ ایک دوسرے کے احساس سے اخوت کا جذبہ پروان چڑھے گا۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا کہ جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے کہ جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

15- خیر خواہی: ہر مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کا خیر خواہ رہنا چاہئے اور خود غرضی کے ساتھ کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے کہ جو دوسرں کے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے:

''دین خیر خواہی ہے۔''

16- عزت و توقیر: کسی بھی مسلمان کو اپنے سے ہیچ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ہر ایک کی عزت و توقیر اور تکریم کرنی چاہئے' اس سے دوسروں کے دل میں بھی اس کی عزت پیدا ہوگی۔

17- جان و مال اور عزت کا احترام: ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان بھائیوں کے جان و مال اور عزت کا احترام کرنا چاہئے اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے دوسرے کے جان و مال یا عزت کے تباہ ہونے کا خدشہ ہو۔

18- حسن ظن: دوسروں کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہئے اور بدگمانی سے بچنا چاہئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز .(49 الحجرت 12)

اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو۔

19- خوشی و غمی میں شرکت: اہل اسلام کو ایک دوسرے کی خوشیوں اور غمیوں میں خود بھی شرکت کرنی چاہیے اور دوسروں کو بھی اپنی

خوشیوں اور غموں میں شریک رکھنا چاہئے۔

20-ہدایا و تحائف: آپس میں ایک دوسرے کو تحفے اور ہدیے وغیرہ دیتے رہنے سے بھی آپس کی اخوت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

21- عیادت: اسلامی اخوت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لیے جایا جائے۔ خود حضور اکرم ﷺ بھی مریضوں کی عیادت کے لیے جایا کرتے تھے۔

22-اعتماد: اخوت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اپنے مسلمان بھائی پر اعتماد کیا جائے۔ بلاوجہ کسی کے متعلق غلط شکوک و شبہات پالتے رہنا مناسب نہیں ہوتا۔

23- حسن اخلاق: ایک مسلمان کو اپنے مسلم بھائیوں بلکہ غیر مسلموں سے بھی اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔ اچھے اخلاق سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

24-دعا: اپنی دعاؤں میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیے اور پوری امت مسلمہ کے لیے دعا مانگتے رہنا چاہئے۔

25-جنازہ اور تجہیز و تکفین: اسلامی اخوت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جائے اور اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام بھی کیا جائے۔

سوال: اخوت کے فوائد و ثمرات تحریر کیجئے۔

جواب

اخوت کے فوائد و ثمرات

اسلام نے اہل اسلام کو اخوت و بھائی چارے کا درس دیا ہے اور اس کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ اخوت کے انسانی زندگی یا ایک مسلمان کی زندگی پر بھی کئی قسم کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اسلام کی ترقی و سربلندی میں بھی اخوت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ سب اخوت و بھائی چارے کے فوائد و ثمرات ہیں۔ ذیل میں ہم ان فوائد و ثمرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1-باہمی تعاون کی فضا: اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی وجہ سے باہمی تعاون اور احساس کی فضا قائم ہوتی ہے۔ معاشرے کا ہر فرد دوسرے کا احساس کرتا ہے۔

2-احساسِ ہمدردی: اخوت کی وجہ سے دل میں احساس ہمدردی بھی پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کسی قسم کی تکلیف ہو تو اس کے دوسرے مسلمان بھائی اس کی دلجوئی کرتے ہیں۔

3- خوشگوار معاشرت: جب معاشرے میں ایک دوسرے کے لیے ہمدردی ہو گی اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے تو معاشرتی ماحول خوشگوار ہو گا۔

4- معاشی خوشحالی: جب باہمی تعاون کی فضا ہو تو امراء اپنے غریب بھائیوں کے ساتھ مالی تعاون بھی کریں گے، جس سے وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوں گے اور معاشرہ سے غربت و افلاس کا خاتمہ ہو گا اور معاشی خوشحالی کا دور دورہ ہو گا۔ بین الاقوامی سطح پر بھی اگر ہم دیکھیں تو اخوت کی وجہ سے مسلم ممالک کی آپس میں تجارت میں اضافہ ہو گا اور اس طرح مسلم دنیا کی معاشی خوشحالی میں اضافہ ہو گا۔

5-اخلاق سیئہ سے اجتناب: باہمی اخوت کی فضا میں کوئی بھائی کسی دوسرے بھائی کو تنگ نہیں کرنا چاہے گا۔ چنانچہ دوسروں کی حق تلفی، گالی گلوچ، مار پیٹ، دنگا و فساد اور ظلم و زیادتی وغیرہ اخلاق سیئہ سے اجتناب ہو گا۔

6- اتحاد و اتفاق: اخوت کی فضا قائم ہونے سے آپس کے اتحاد و اتفاق میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ بین الاقوامی طور پر اگر مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو جائے تو اس کے بہت سے مفید اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

7- عالم اسلام کی فتح و کامرانی: اگر تمام مسلمان ممالک اخوت و بھائی چارے کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کر لیں تو عالم اسلام کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں دبا سکتی اور فتح و کامرانی ہمیشہ امت مسلمہ کے قدم چومنے لگے۔ ایسے مسلمان کہ جو مختلف غیر مسلم طاقتوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن رہے ہیں انہیں بھی اسلامی اخوت اور اتحاد و اتفاق کی بدولت آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔

8- مضبوط دفاعی قوت: اگر تمام اسلامی ممالک اخوت اور بھائی چارے کے ساتھ مل جل کر اپنے دفاع کو مضبوط کرنا چاہیں تو ایک مضبوط دفاعی قوت قائم کر سکتے ہیں کہ جس کا پورے عالم اسلام کو فائدہ ہوگا۔

9- اسلامی ممالک کی دولت مشترکہ: اخوت اور بھائی چارے کی بدولت تمام مسلم ممالک مل جل کر ایک دولت مشترکہ قائم کر سکتے ہیں کہ جس کے ذریعے عالم اسلام کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر بہت سے معاشی اور سیاسی مسائل با آسانی حل کیے جا سکتے ہیں۔

سوال: **تبلیغ کا مفہوم اور اہمیت واضح کیجئے نیز اس کے طریقوں کی نشاندہی کیجئے۔**

☆ **تبلیغ پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔** (لاہور بورڈ 2007ء)

☆ **تبلیغ سے کیا مراد ہے؟** (لاہور بورڈ 2011ء)

جواب

تبلیغ کا مفہوم، اہمیت اور طریقے

تبلیغ کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: تبلیغ کا مادہ "ب۔ل۔غ" ہے اور یہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ لغت میں تبلیغ کا لفظ کسی کو دوسرے تک پہنچانے یا کسی کا پیغام دوسرے تک پہنچانے یا گھوڑے کی لگام بڑھانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی مفہوم: اصطلاح میں تبلیغ سے مراد لوگوں تک اللہ کا دین پہنچانا اور انہیں اللہ کے دین کی طرف دعوت دینا ہے۔ تبلیغ کے لیے ایک اور لفظ دعوت کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

تبلیغ کی اہمیت:

اسلام میں دعوت و تبلیغ کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ذیل میں ہم آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی رو سے دعوت و تبلیغ کی اہمیت واضح کر رہے ہیں:

آیات قرآنیہ: اس سلسلہ میں یہاں ہم صرف چند آیات ذکر کر رہے ہیں:

☆ وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ ط.(3 ال عمران 104)
اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے کہ جو بھلائی کی طرف بلاتی ہو نیکی کا حکم کرتی ہو اور برائی سے روکتی ہو۔

☆ كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ .(3 ال عمران 110)
تم لوگوں کے لیے بھیجی گئی بہترین امت ہو، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

☆ قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِىۡ ط.(12 یوسف 108)

آپ کہہ دیجئے: میرا تو یہی رستہ ہے کہ میں اور میرے پیروکار دلائل کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔
اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ .(22 الحج 41)
وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قدرت دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔
یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ .(5 المائدہ 67)
اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کر دیجئے۔

احادیث نبویہ:

اس سلسلہ میں، ہم یہاں صرف چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

☆ "میری طرف سے آگے پہنچا دو خواہ ایک آیت ہی ہو۔"

☆ حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے یہ حکم بھی فرمایا کہ:
"جو موجود ہے وہ غائب تک بھی پہنچا دے۔"

☆ "تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے تو چاہیئے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے، پس اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روک دے، پس اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل میں اسے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

☆ "قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہیں ضرور نیکی کا حکم کرنا ہوگا اور برائی سے روکنا ہوگا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے ایک عذاب بھیج دیں، پھر تم اسے پکارو گے لیکن وہ تمہاری طرف سے قبول نہیں کرے گا۔"

☆ "اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے کہ جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر اس کو اسی طرح آگے پہنچا دیا کہ جس طرح سنا تھا، پس بہت سے ایسے کہ جن تک حدیث پہنچائی جاتی ہے وہ خود سننے والے کی نسبت اسے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔"

تبلیغ کے طریقے:

انبیاء کے بعد اب دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری امت محمدیہ پر ہے۔ تبلیغ کے لئے مختلف انداز اور طریقے اپنائے جا سکتے ہیں اور سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ ان طریقوں میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ذیل میں ہم چند اہم طریقوں کی طرف ایک نظر کر رہے ہیں:

1- انفرادی تبلیغ: امت محمدیہ کا کوئی بھی فرد انفرادی طور پر تبلیغ کر سکتا ہے۔ اس کا کسی کو کسی نیک کام کی دعوت دینا، کسی اچھے کام پر ساتھ لے جانا، کسی برے کام سے منع کرنا سب تبلیغ ہے۔

2- جماعت کا قیام: انفرادی تبلیغ کے علاوہ ایک باقاعدہ تبلیغی جماعت اور تنظیم قائم کر کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر کام کرنا زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔ البتہ اس میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ جماعت کے قیام کا مقصد واقعی تبلیغ اور اصلاح ہونا چاہیئے نہ کہ تفرقہ بازی اور فساد۔

3- انفرادی ملاقاتیں: انفرادی طور پر مختلف افراد کے پاس الگ الگ باقاعدہ جا کر انہیں سمجھانا اور دعوت دینا بھی تبلیغ ہے اور خاص طور پر کسی سے ملاقات طے کر کے اس کے پاس جانا اس سلسلہ میں کافی مؤثر ہو سکتا ہے۔

4- تبلیغی وفود: کسی کے پاس باقاعدہ تبلیغی وفد کی شکل میں جا کر اسے سمجھانا بھی مؤثر ہو سکتا ہے، لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ کس فرد کے پاس اکیلے جانا مناسب اور کس کے پاس وفد کی شکل میں جانا مناسب ہے۔ مدعو کی پسند اور مزاج کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

5- اجلاس و کانفرنسیں: تبلیغی اجلاس اور کانفرنسیں منعقد کرنا اور ان میں شرکت کے لیے عوام کو ترغیب دینا بھی دعوت و تبلیغ کا ایک اچھا اور مؤثر انداز ہے۔

6- خطبات جمعہ: ہر جامع مسجد میں ہفتہ میں ایک دفعہ اہل اسلام کا اجتماع ہوتا ہے اور جمعہ ادا کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر مؤثر اور اصلاحی

خطاب بھی تبلیغ کا بہترین طریقہ ہے۔

7- رسائل وجرائد اور اخبارات: مختلف رسائل وجرائد اور اخبارات میں اصلاحی قسم کے مضامین شائع کرنا اور کروانا بھی تبلیغ کا ایک اچھا اور مؤثر طریقہ ہے۔

8- لٹریچر کی اشاعت: رسائل وجرائد اور اخبارات میں مضامین کے علاوہ باقاعدہ تبلیغی لٹریچر شائع کرنا اور اسے خواص وعوام تک پہنچانے کی کوشش کرنا بھی تبلیغ کا ایک خوبصورت انداز ہے۔

9- جدید ذرائع ابلاغ: دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں جدید ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو، ٹیلیویژن، ڈش، کیبل وغیرہ کو استعمال کر کے بھی اچھے نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

10- آڈیو وویڈیو کیسٹ: آڈیو اور ویڈیو کیسٹ بھی دعوت وتبلیغ میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ علماء اور مذہبی مفکرین کے خطبات کی زیادہ سے زیادہ ریکارڈنگ اور ان کیسٹوں کو زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچانے کی کوشش کرنا تبلیغ کا ایک اچھا طریقہ ہے۔

11- مراکز کا قیام: دعوت وتبلیغ کے لئے تبلیغی مراکز کا قیام اور ان مراکز کی طرف عوام الناس کا رجحان بنانا بھی تبلیغ کا عمدہ طریقہ ہے۔

12- تعلیمی ادارے: تعلیمی اداروں میں اساتذہ طلبہ کو تعلیم دیتے وقت ساتھ ساتھ تبلیغ کا فریضہ بھی مؤثر انداز میں سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر نصاب تعلیم کو بھی اس انداز سے مرتب کیا جائے کہ جو تبلیغ کے سلسلہ میں مفید اور مؤثر ہو تو زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔

13- ریاست وحکومت کی سرپرستی: اسلامی ریاست وحکومت کو بھی دعوت وتبلیغ کی سرپرستی کرنی چاہئے اور اس کے لیے مؤثر اقدامات کرنے چاہئیں۔ ریاست وحکومت کی سرپرستی بھی تبلیغ کے لیے بہترین ہے۔

14- انٹرنیٹ: دورِ جدید میں انٹرنیٹ کے ذریعے بھی عمدہ انداز سے تبلیغ کی جا سکتی ہے۔ ایک تبلیغی واصلاحی میل کو چند افراد کی طرف بھیج کر اس میں اگر ساتھ یہ گذارش کی گئی ہو کہ اسے زیادہ سے زیادہ افراد تک بھیجیں تو یہ میل بہت جلد بہت سے افراد تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ ایک عام مسلمان کہ جو اسلام کے متعلق زیادہ معلومات نہیں رکھتا اور با دلائل تبلیغ کی خود صلاحیت نہیں رکھتا وہ بھی اس ذریعے سے صرف کسی تبلیغی کارکن کی میل آگے بھیج کر تبلیغ میں اہم کردار ادا کر کے ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

سوال: تبلیغ کے اصول اور مبلغ کے اوصاف بیان کیجئے۔

☆ اچھے مبلغ کے اوصاف لکھئے۔ (لاہور بورڈ 2011ء)

جواب

تبلیغ کے اصول اور مبلغ کے اوصاف

تبلیغ کے اصول:

تبلیغ کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لیے داعی ومبلغ کو چند اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ ذیل میں ہم اس سلسلہ میں چند اہم اصولوں کی طرف ایک نظر کر رہے ہیں:

1- حق کی دعوت: دعوت وتبلیغ کا سب سے پہلا اور سب سے اہم اصول یہ ہے کہ داعی کو صرف حق کی دعوت دینی چاہئے اور صرف اللہ ہی کے رستے کی طرف بلانا چاہئے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ .(12 یوسف 108)

آپ کہہ دیجئے: میرا تو یہی رستہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

2- حکمت: دعوت وتبلیغ کا ایک اور بنیادی اصول یہ بتلایا گیا کہ دعوت وتبلیغ حکمت کے ساتھ ہونی چاہئے۔ حکمت یا دانائی کے ساتھ دعوت و

تبلیغ میں دو اہم چیزیں شامل ہیں: ایک یہ کہ داعی و مبلغ کو اپنی دعوت قوی دلائل کے ساتھ پیش کرنی چاہئے اور دوسری چیز یہ ہے کہ اسے موقع و محل کی مناسبت سے بات کرنی چاہئے' ہر وقت مدعو پر مسلط رہ کر اسے متنفر نہیں کر دینا چاہئے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ .(16 النحل 125)

اپنے ربّ کے رستے کی طرف بلا حکمت کے ساتھ۔

3- موعظہ حسنہ: داعی و مبلغ حق کا وعظ بھی اچھے انداز میں ہونا چاہئے۔ بلاوجہ کی فتوی بازی سے گریز کرنا چاہئے' اپنے موقف کے لئے دلائل پیش کر کے بات سمجھانی چاہئے اور کسی کے لیے متعصبانہ یا تشدد آمیز رویہ نہیں اپنانا چاہئے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ .(16 النحل 125)

اپنے رب کے رستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا۔

4- جدال احسن: اول تو اپنے مدعوین کو نرمی و اخلاق لیکن قوی دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن اگر کوئی جواب میں بحث و مناظرہ پر اتر آئے تو بحث و مناظرہ بھی نرم اور میٹھے انداز میں ہونا چاہئے۔ البتہ یہاں پر یہ خیال رکھا جائے کہ نرم و میٹھے انداز سے ہماری یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ "کچھ لو اور کچھ دو" کے اصول کے مطابق آپ کچھ حق منوا کر خود بھی کچھ باطل تسلیم کر لیں۔ نہیں! بلکہ حق کے لیے قوی دلائل دیئے جائیں اور باطل کو ہرگز تسلیم و قبول نہیں کیا جا سکتا۔

وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط .(16 النحل 125)

اور ان سے اچھے انداز سے جھگڑا کر۔

5- بصیرت: مبلغ کی تبلیغ پوری بصیرت کے ساتھ یعنی قوی دلائل کے ساتھ ہونی چاہئے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ .(12 یوسف 108)

آپ کہہ دیجئے: میرا تو یہی رستہ ہے کہ میں اور میرے پیروکار دلائل کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔

6- نرمی و ملاطفت: مبلغ کا رویہ اپنے مدعو کے ساتھ نرمی اور ملاطفت والا ہونا چاہئے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجتے ہوئے انہیں حکم دیا گیا کہ:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا .(20 طه 44)

پس تم دونوں اس سے نرم بات کہنا۔

7- تدریج: مبلغ کو چاہئے کہ وہ اپنی دعوت پیش کرتے ہوئے تدریج کے اصول کو مدنظر رکھے اور مدعو کو درجہ بدرجہ تھوڑی تھوڑی بات پر قائل کرے۔ حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ:

"تم یہود و نصاریٰ کو سب سے پہلے یہ دعوت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ یہ مان جائیں تو ان کو پانچ وقت کی نماز کا حکم دینا اور جب یہ مان جائیں تو انہیں زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دینا۔"

8- جبر نہیں: مبلغ دین قبول کرنے کے معاملے میں کسی پر کسی قسم کا جبر نہیں کر سکتا۔

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ .(2 البقرہ 256)

دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔

9- تفہیمانہ انداز: مبلغ کو چاہئے کہ وہ دعوت دیتے ہوئے تفہیمانہ انداز اپنائے اور بات کو اچھی طرح سمجھانے اور مدعو کے ذہن میں بٹھانے کی کوشش کرے نہ کہ مسلط کرنے کی۔

www.downloadclassnotes.com

10- آداب کا خیال: داعی و مبلغ کو مدعو کی عمر اور مرتبہ و مقام کا لحاظ کرتے ہوئے آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ اگر اپنے سے کسی بڑے کو سمجھا رہا ہے اس کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے بات کرے اور اگر کسی چھوٹے کو سمجھا رہا ہے تو شفقت آمیز لہجہ اور انداز اپنائے۔

11- نفسیات کا لحاظ: داعی و مبلغ کو اپنے مدعو کی نفسیات کا بھی خیال کرنا چاہیے اور اس کے ذہنی رجحان اور ذہنی سطح کا خیال کرتے ہوئے اس کے مطابق اس سے بات کرنی چاہیے۔

12- آسانی و بشارت: داعی و مبلغ کو یہ بھی چاہیے کہ وہ مدعوعین کے لئے مشکلات اور دوری نہ پیدا کرے بلکہ آسانی اور خوشخبری کا انداز اپنائے۔ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے کہ:

"بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا۔"
خوشخبری دو اور متنفر نہ کرو اور آسانی کرو اور تنگی نہ کرو۔

13- تالیف قلوب: دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں تالیف قلوب کی بھی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ یعنی نئے مسلمان ہونے والوں سے کچھ مالی تعاون وغیرہ کر دیا جائے۔ ایک بدو نے حضور اکرم ﷺ سے بکریاں مانگیں، آپ ﷺ نے بکریوں کا ریوڑ اس کو عطا کر دیا۔ اپنے قبیلے میں جا کر کہنے لگا: "بھائیو! اسلام قبول کر لو محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ مفلسی کا ڈر نہیں رہتا۔

14- مدعو سے لگاؤ: داعی و مبلغ کو اپنے مدعو سے دلی لگاؤ ہونا چاہیے او اس کے لیے خیر خواہی کے جذبات ہونے چاہئیں۔ اسے جس قدر مدعو سے لگاؤ زیادہ ہوگا اسی قدر اس کی دعوت مؤثر ہوگی۔

15- مدعو سے رابطہ: داعی و مبلغ کو اپنے مدعو سے مناسب حد تک رابطہ رکھنا چاہیے۔ صرف ایک دفعہ کسی سے مل کر اسے نیکی کی دعوت دینا بھی کافی نہیں ہوتا اور اس قدر کسی کے پیچھے پڑ جانا بھی مناسب نہیں ہوتا کہ وہ چڑ کر متنفر ہو جائے۔

16- جدید وسائل کا استعمال: دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں جدید وسائل کو بھی استعمال میں لانا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔

17- مشاورت: کوئی بھی کام اگر احباب کے مشورہ سے ہو تو اس میں زیادہ بہتری پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک مبلغ کو بھی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں دیگر مبلغین سے مشورہ وغیرہ کا اہتمام رکھنا چاہیے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ .(42 الشوری 38)
اور وہ اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔

مبلغ کے اوصاف:

ایک اچھے مبلغ کا کچھ اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ اگر اس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں تو اس کی دعوت و تبلیغ زیادہ مؤثر ثابت نہیں ہوگی۔ ذیل میں ہم ان اوصاف میں سے چند اہم کا ذکر کر رہے ہیں:

1- ایمان: ایک مبلغ کے لئے سب سے پہلی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ پہلے خود اس کا اپنا ایمان ہونا چاہیے۔ اگر وہ خود با ایمان نہیں ہے تو اس کی دعوت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ .(2 البقرہ 285)
رسول اس پر ایمان لایا کہ جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اور ایمان والے بھی۔

2- خلوص نیت: ایک مبلغ اور داعی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی نیت صرف اور صرف اللہ کی رضا کا حصول ہو۔ اگر وہ محض دکھلاوے کے لئے تبلیغی سلسلے میں منسلک ہے تو اس کی تبلیغ اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"انما الاعمال بالنیات۔"

بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

3- عمل و کردار: داعی و مبلغ کا اپنا کردار بھی اس کی دعوت کے مطابق ہونا چاہیے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ .(61 الصف 2)

اے ایمان والو! تم وہ کیوں کہتے ہو کہ جو کرتے نہیں ہو۔

4- اخلاق: داعی و مبلغ کا اخلاق بھی عمدہ ہونا چاہیے تاکہ مدعوعین اس سے میل جول کو ناپسند نہ کریں۔ جیسا کہ خود حضور اکرم ﷺ اخلاق میں عظیم مرتبے پر فائز تھے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ .(68 القلم 4)

اور بے شک آپ بڑے اخلاق والے ہیں۔

5- معلومات: ایک مبلغ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے اپنی دعوت کے متعلق پوری طرح معلومات حاصل ہوں، تاکہ اگر اس سے کوئی سوال کر دیا جائے تو وہ اس کا تسلی بخش جواب دے کر سوال کرنے والے کو مطمئن کر سکے، ورنہ تو وہ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر مزید دور ہو جائے گا۔

6- استقامت و صبر: تبلیغ کے راستے میں اگر مبلغ پر مشکلات آئیں تو صبر و استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اپنی دعوت پر ڈٹے رہنا چاہیے۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ .(31 لقمن 17)

اور جو کچھ بھی تجھ پر پڑے (یعنی مصیبت آئے) اس پر صبر کر۔

7- وقت، مال اور جان کی قربانی: ایک مبلغ کو دعوت و تبلیغ کے لیے اپنے وقت، مال اور جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ اسے اپنے آپ کو اللہ کے دین کی اشاعت اور سربلندی کے لئے وقف کر دینا چاہیے۔

8- تحمل و بردباری: اگر دعوت و تبلیغ کے دوران کوئی مخالف فریق غیر مناسب رویہ اختیار کرنے لگے اور تنگ کرنے لگ جائے تو بھی حق کے داعی کو یہی چاہیے کہ اس کے مقابلہ میں بدزبانی یا بداخلاقی کا مظاہرہ نہ کرنے لگ جائے بلکہ تحمل و بردباری سے کام لے۔

9- تکبر سے اجتناب: ایک داعی اور مبلغ کے ذہن میں یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ میں عالم ہوں اور میرے مدعوعین میرے مقابلے میں جاہل اور چھوٹے ہیں بلکہ اسے ہر قسم کے فخر و غرور اور تکبر سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

10- غیر متعصب رویہ: داعی و مبلغ کا رویہ ہر ایک سے غیر متعصبانہ ہونا چاہیے۔ اس کے دل میں کسی کے خلاف بغض نہیں ہونا چاہیے۔

11- بے لوث تبلیغ: داعی کی تبلیغ بے لوث ہونی چاہیے، صلے اور بدلے کی امید پر نہیں۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ .(25 الفرقان 57)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔

12- مدعو کی زبان سے واقفیت: داعی اور مبلغ کو اپنے مدعو کی زبان سے بھی پوری طرح واقفیت ہونی چاہیے تاکہ وہ اسے اپنی بات اچھی طرح سمجھا سکے۔

13- اللہ پر توکل اور دعا: اگر داعی و مبلغ یہ محسوس کرے کہ اس کے مدعوعین کی ہدایت کے لئے اللہ ہی سے دعا کرنی چاہیے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ .(25 الفرقان 58)

اور اس پر بھروسہ کر کہ جو زندہ ہے اور مرنے والا نہیں ہے۔

www.downloadclassnotes.com

سوال: جہاد کا مفہوم اور اقسام بیان کیجئے نیز جنگ و جہاد کا فرق واضح کیجئے۔

☆ اسلام میں جہاد کی اقسام بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2010ء)

☆ جہاد کی اقسام تحریر کریں۔ (ملتان بورڈ 2012ء)

جواب

جہاد کا مفہوم اور اقسام، جنگ و جہاد کا فرق

جہاد کا معنی و مفہوم:

لغوی معنی: جہاد کا مادہ "ج۔ہ۔د" ہے اور یہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے۔ جہاد کا لغوی معنی ایک دوسرے کے خلاف کوشش کا ہے۔ جہد اور جہد طاقت واستطاعت کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم: شریعت کی اصطلاح میں جہاد اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے پوری طاقت واستطاعت کے ساتھ کوشش کرنے کا نام ہے۔

جہاد کی اقسام:

بنیادی طور پر جہاد کی دو قسمیں ہیں: جہاد بالنفس اور جہاد بالاعداء۔

1- جہاد بالنفس: جہاد بالنفس سے مراد اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کے خلاف کوشش کرنا اور نفس کو دین وشریعت کے تابع بنانا ہے۔

2- جہاد بالاعداء: جہاد بالاعداء سے مراد دشمنان دین کے خلاف کوشش کرنا ہے۔ پھر یہ کوشش تین طرح سے ہو سکتی ہے: تقریر کے ذریعے، تحریر کے ذریعے اور میدان جنگ میں۔ چنانچہ جہاد بالاعداء کی پھر آگے تین قسمیں ہوں گی:

(i) جہاد بالقول: اگر دشمنان دین کے خلاف کوشش تقریر، مناظرہ یا بحث کی صورت میں ہو یا کسی جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی صورت میں ہو تو اسے جہاد بالقول کہا جائے گا۔

(ii) جہاد بالقلم: اگر دشمنان دین کے خلاف کوشش تحریر کے ذریعے ہو تو یہ جہاد بالقلم ہے۔

(iii) جہاد بالسیف: اگر دشمنان دین کے خلاف کوشش میدان جنگ میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہو تو اسے جہاد بالسیف کہتے ہیں۔ مطلق جہاد کا لفظ جب استعمال کیا جائے تو اس سے مراد عموماً جہاد بالسیف ہی ہوتا ہے۔

جنگ و جہاد میں فرق:

جنگ اور جہاد دو مختلف اصطلاحیں ہیں۔ جنگ غیر اسلامی اصطلاح ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں جہاد اسلامی اصطلاح ہے۔ لیکن اسلام نے جنگ کے لئے صرف اصطلاح ہی تبدیل نہیں کی بلکہ حقیقت یہ ہے غیر اسلامی جنگ اور اسلامی جہاد میں اصطلاح کے فرق کے علاوہ بھی واضح فرق موجود ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ دونوں اصطلاحیں میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ ہی کے لئے وضع کی گئی ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں بہت فرق ہے۔ بنیادی طور پر یہ فرق دو طرح سے ہے: مقاصد کا فرق اور طریق کار کا فرق۔

1- مقاصد کا فرق: جنگ میں عموماً مقاصد ملک گیری، ذاتی شہرت اور دبدبہ میں اضافہ، مال ودولت کا حصول، دشمن کو کچلنا اور بزدلی کے طعنے سے بچنا وغیرہ ہوتے ہیں جبکہ اس کے برعکس اسلام نے جہاد کے نہایت اعلیٰ مقاصد کا تعین کیا ہے۔ جہاد اپنے اندر ظلم کے خاتمے، مظلوم کی دادرسی، حق کی اشاعت اور فلاح انسانیت وغیرہ کے اعلیٰ مقاصد لئے ہوئے ہے۔

2- طریق کار کا فرق: جنگ میں عموماً بے رحمی وسفاکی، خونریزی، تباہی وبربادی، مخالفین سے غیر انسانی سلوک، فتح کے نشہ میں غرور وتکبر اور مفتوحین پر ظالمانہ تشدد جیسے غیر اخلاقی رویے نظر آتے ہیں جبکہ اسلام نے خوبصورت تعلیمات دے کر ان غیر اخلاقی رویوں کو ختم کیا ہے۔

اسلام کی نظر میں دوران جہاد عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور معذوروں پر ہاتھ اٹھانا منع ہے۔ بدعہدی جائز نہیں ہے، اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو خواہ مخواہ لڑائی کو طول دینے کی بجائے صلح کر لینا بہتر ہے، مخالفین کے خلاف غیر انسانی اور غیر اخلاقی سلوک اور رویے کی اجازت نہیں ہے۔

حاصلِ بحث:

حقیقت یہ ہے کہ مقاصد اور طریق کار کے اس فرق نے ہی جنگ کو جہاد میں بدل دیا ہے اور جہاں جنگ غیر انسانی رویہ ہے وہاں جہاد فلاح انسانیت کا پیغام ہے، جنگ جہاں غارت گری کا نام ہے اور جہاد امن وسکون کے فروغ کے لئے اور ظلم وزیادتی کے خاتمہ کے لئے ہے۔

سوال: قرآن وسنت کی رو سے جہاد کی ضرورت واہمیت اور فضیلت بیان کیجئے۔

☆ قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد کی فضیلت بیان کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2006ء)

☆ جہاد کی حقیقت بیان کرکے کتاب وسنت کی روشنی میں مفصل نوٹ لکھئے۔ (ملتان بورڈ 2006ء)

☆ اسلام میں جہاد کی اہمیت بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2010ء)

☆ جہاد کی فضیلت بیان کریں۔ (ملتان بورڈ 2012ء)

جواب: جہاد کی ضرورت واہمیت اور فضیلت

جہاد اپنے اعلیٰ مقاصد کی وجہ سے نہایت اہم بھی ہے اور اپنے اندر بہت سے فضائل بھی لئے ہوئے ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ ناگزیر اور ضروری بھی ہے۔ ذیل میں ہم شریعت اسلامیہ میں اس کی ضرورت واہمیت اور فضیلت کا جائزہ لے رہے ہیں:

جہاد از روئے قرآن:

اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند آیات کا ذکر کر رہے ہیں:

☆ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن. (5 المائدہ 35)

اور اس کے رستے میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

☆ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (9 التوبہ 41)

نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کے رستے میں جہاد کرو۔

☆ وَ جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ. (22 الحج 78)

اور اللہ کے رستے میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

☆ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ. (61 الصف 4)

بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے کہ جو اس کے رستے میں صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

☆ وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (4 النساء 75)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے رستے میں نہیں لڑتے۔

☆ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ط. (4 النساء 95)

اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے۔

☆ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (2 البقرہ 154)

اور جو اللہ کے رستے میں قتل (شہید) کر دیئے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔

جہاد از روئے حدیث:

اس سلسلہ میں ہم یہاں صرف چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

- ☆ ''اللہ کی راہ میں صبح کو یا شام کو چلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''
- ☆ ''اللہ کی راہ میں صبح کو یا شام کو چلنا ان سب چیزوں سے بہتر ہے کہ جن پر سورج نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے۔''
- ☆ ''جنت میں سو درجے ہیں کہ جن کو اللہ نے اپنے رستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے بنایا۔''
- ☆ ''ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے کہ جس قدر آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے اور جب تم اللہ سے (جنت کا) سوال کرو تو فردوس کا سوال کیا کرو۔''
- ☆ ''مکہ فتح ہونے کے بعد مکہ سے ہجرت ختم ہو گئی البتہ جہاد اور اچھی نیت باقی ہیں اور جب تمہیں (جہاد کے لئے) نکلنے کا کہا جائے تو نکل کھڑے ہو۔''
- ☆ ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔ پھر مزید فرمایا کہ کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ جب مجاہد (جہاد کے لئے) نکلے تو تو اپنی مسجد میں داخل ہو جائے اور مسلسل قیام کرے ذرا بھی دم نہ لے اور تو روزہ رکھے جائے اور کبھی افطار نہ کرے؟ وہ آدمی کہنے لگا کہ بھلا ایسا کون کر سکتا ہے۔
- ☆ ''ایک موقع پر آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مؤمن جو اللہ کے لیے اپنے جان و مال سے جہاد کرے۔''
- ☆ حضور اکرم ﷺ نے اپنا خواب ذکر فرمایا: ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی آئے۔ پس انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھا کر ایک گھر میں داخل کر دیا جو کہ بہت عمدہ اور افضل تھا' میں نے اس سے خوبصورت گھر کبھی نہیں دیکھا۔ پھر ان دونوں نے کہا کہ یہ گھر شہداء کے لیے ہے۔''

اگر چہ یہ واقعہ خواب کا ہے لیکن نبی کا خواب بہرحال سچا ہوتا ہے۔

جہاد ناگزیر ہے:

جہاد کی ضرورت و اہمیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ عقلی اعتبار سے بھی جہاد ناگزیر اور ضروری ہے۔ اگر جہاد نہ ہو تو حق دبتا رہے گا' ظلم پھیلتا رہے گا' مظلوم پستا رہے گا اور یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہے کہ حق دبتا ہے تو دبتا رہے' ظلم پھیلتا ہے تو پھیلتا رہے' مظلوم پستا ہے آواز اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برعکس عقل یہ تقاضا کرتی ہے کہ ظلم کے خاتمہ کے لیے اور حق کی سربلندی کے لیے جہاد ہونا چاہئے۔

سوال: اسلام نے جہاد کے لیے کونسے آداب بتلائے ہیں؟ واضح کیجئے۔

جواب

جہاد کے آداب

اسلام نے جنگ کے اعلیٰ مقاصد کا تعین کر کے اسے جہاد بنا دیا اور پھر اس میں ایسی اقدار شامل کیں کہ اب جنگ جہاں غارت گری نہ رہی۔ ذیل میں ہم جہاد کے متعلق اسلامی ہدایات کا مختصر جائزہ لے رہے ہیں کہ جنہیں ہم جہاد کے آداب کا نام دے سکتے ہیں:

- ☆ دوران جہاد خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو پس پشت نہ ڈالنا بلکہ ان کی تعمیل کرنا۔
- ☆ جہاد کے دوران ثابت قدمی دکھانا' بزدلی اور فرار کا راستہ نہ اختیار کرنا۔

www.downloadclassnotes.com

☆ رب قدوس کو بکثرت یاد کرتے رہنا اور جہاد میں مشغول ہو کر اسے بھول نہ جانا' اسی سے امداد اور اعانت طلب کرنا۔
☆ کسی قسم کی خیانت کے مرتکب نہ ہونا۔
☆ ذاتی مفاد کی بناء پر اپنی پالیسی تبدیل نہ کرنا بلکہ ایسی پالیسی برقرار رکھنا جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بہتر ہو۔
☆ سپاہیوں کے دلوں میں بزدلی نہ پیدا کرنا البتہ کسی جنگی مصلحت اور تدبیر کے لیے اگر تم پسپائی اختیار کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔
☆ امیر کی اطاعت کو ہرگز فراموش نہ کرنا۔
☆ حرمت والے مہینوں میں لڑائی سے رکے رہنا بشرطیکہ کفار بھی رکے رہیں۔
☆ زیادتی کے بدلہ میں صرف اسی قدر زیادتی ہونی چاہئے کہ جس قدر تمہارے ساتھ ہوئی ہے۔
☆ اگر دشمن لڑائی سے باز آ جائے تو تم بھی رک جاؤ۔
☆ جس علاقہ سے تمہیں ظلماً نکالا گیا ہو تمہیں بھی اجازت ہے کہ اس علاقہ سے ان لوگوں کو نکال باہر کرو کہ جنہوں نے تمہیں نکالا تھا۔
☆ اپنی کثرت تعداد پر فخر کرنے کی بجائے اللہ کی مدد اور نصرت سے امید رکھنی چاہئے۔
☆ دشمن کی کثرت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ سے مدد طلب کرنی چاہئے۔
☆ دشمن کے تعاقب میں سستی نہیں ہونی چاہئے۔
☆ صلح کرنا بہتر ہے لیکن بزدلی کے ساتھ صلح نہیں ہونی چاہئے۔
☆ لڑائی کے دوران کسی کو مارتے وقت یہ یقین ہونا چاہئے کہ وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ دشمنوں میں سے ہے۔
☆ اگر کوئی پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو۔
☆ اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو جائے تو صلح کر لو۔
☆ اگر کافر جزیہ دینا قبول کر لیں تو لڑائی سے ہاتھ کھینچ لو۔
☆ اگر دشمن کسی معاہد کے ہاں پناہ لے لے تب بھی وہ مامون ہے۔
☆ غیر جانبدار کافروں سے جنگ نہ چھیڑی جائے۔
☆ اگر کوئی دوران جنگ اپنے ایمان کا اظہار کر دے تو اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔
☆ سوئے ہوئے غافل اور لڑائی سے معذور افراد پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔

☆☆☆☆

www.downloadclassnotes.com